U5487 15-12-09.

Title - KHUTBA-E-SADARAT-E-JAMAAT-E-ISTAQBALIYA.

Creator - Mohd. Muzammil Ullah Khan

Publisher - Sherwani Printing Press (Aligarh).

Date - 1937.

Pages - 16

Subjects - Aligarh Muslim University; Khutbaat-o-Taqareer-Muzammil Ullah Khan Sherwani; Muslim Educational Conference; Tazkira Mashaheer - Aligarh.

خطبۂ صدارتِ جماعتِ استقبالیہ

اجلاسِ پنجاہ سالہ جوبلی

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس

۲۵ لغایت ۲۹ مارچ ۱۹۳۷ء بمقام علی گڑھ

از

عالی جناب معلیٰ القاب نواب بہادر ڈاکٹر سر محمد مزمل اللہ خاں،

کے سی آئی ای، او بی ای، کے بی، ایل ایل ڈی،

رئیس بھیکم پور ضلع علی گڑھ

باہتمام محمد مقتدیٰ خاں شروانی

شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ میں چھپا

۱۳۵۶ھ

۱۹۳۷ء

کانفرنس گزٹ

کے متعلق

پراونشل مسلم ایجوکیشنل کانفرنس صوبجات متحدہ کا رزولیوشن

(جو کانفرنس مذکور کے اجلاس [illegible] منعقدہ ۲۰ اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء میں پاس ہوا)

"یہ کانفرنس اس امر کو بنظر استحسان دیکھتی ہے کہ آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس نے تعلیمی و اصلاحی اغراض نیز اپنے مقاصد کی تبلیغ و اشاعت کے لئے اپنا اخبار "کانفرنس گزٹ" جاری کیا ہے جو اپنے مفید پر مغز تعلیمی و اصلاحی مضامین کی بدولت پبلک کی ستائش حاصل کر چکا ہے۔

چونکہ ہر ایسی تحریک کے لئے ایک آرگن کی ضرورت مسلم ہے یہ کانفرنس اس اخبار کی ضرورت تسلیم کرتے ہوئے پبلک کو اس کی مالی و اخلاقی اعانت پر متوجہ کرتی ہے نیز نواب بہادر سر محمد مزمل اللہ خاں صاحب کا شکریہ ادا کرتی ہے کہ ممدوح نے سنہ رواں میں اس کو پانسو روپیہ عطا فرما کر اس کی بنیاد کو مستحکم فرمایا ہے"

خزینۂ معلومات مفت طلب کیجیے

چند سال سے کانفرنس نے اپنا بک ڈپو قائم کیا ہے جس میں اردو کے تمام مشہور مصنفین مثلاً نواب محسن الملک، مولانا حالی، علامہ شبلی نعمانی، مولانا حافظ نذیر احمد، مولانا سلیمان ندوی، مولانا حاجی محمد حبیب الرحمن خاں شروانی (نواب صدر یار جنگ) وغیرہ کی تصنیفات موجود ہیں جو مناسب نرخ پر فروخت ہوتی ہیں۔

بچوں اور عورتوں کی تعلیم و تربیت نیز فن تعلیم کے متعلق بھی متعدد و مفید کتابیں اس بک ڈپو سے مل سکتی ہیں۔

اس کے علاوہ خود کانفرنس نے جو عمدہ و دلچسپ کتابیں حسن طباعت کی آرائش کے ساتھ شائع کی ہیں مثلاً "وقار حیات"، "حیات محسن"، "یاد ایام"، "خطبات عالیہ"، "الترجیۃ الاستقلالیہ"، "سلاطین مصر"، "تاریخ علیا"، "رسالہ انا الحق"، "بچوں کی تعلیمی بیداری"، "گنجینہ"، "اسکاؤٹنگ"، "صولت شیر شاہی"، "ہمایوں نامہ"، "حیات رضا" وغیرہ خصوصیت کے ساتھ مطالعہ کے قابل ہیں۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ باوجود ظاہری و معنوی محاسن کے ان کی قیمتیں بہت کم رکھی گئی ہیں اور زیادہ خریداری پر کافی کمیشن بھی دیا جاتا ہے۔ ان کتابوں کے تفصیلی حالات "خزینۂ معلومات" سے معلوم ہونگے۔ آپ صرف ایک کارڈ لکھ دیجیے رسالہ خزینۂ معلومات جو ۹۶ صفحہ کا ہے مع فہرست محصول ڈاک ہم آپ کی خدمت میں بلا قیمت بھیجدینگے۔

ملنے کا پتہ:- صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ

فہرستِ مضامین

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبۂ صدارتِ جماعتِ استقبالیہ

حضرات! میری زندگی میں یہ پہلا موقع نہیں ہے کہ میں علی گڑھ کی سرزمین پر بزرگانِ ملت اور خدام وطن کا خیر مقدم کرنے کے لئے یہاں حاضر ہوا ہوں، میں اسی اسٹریچی ہال میں گزشتہ اور موجودہ صدی میں بہت سے جلیل القدر اور ذی رتبہ مہمانوں کے خیر مقدم کی عزت و مسرت حاصل کر چکا ہوں ع

عمر گزری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

چنانچہ مسلم یونیورسٹی کی پنجاہ سالہ جوبلی کا جو عظیم الشان اور معرکۃ الآرا جلسہ ہوا تھا اُس موقع پر بھی اعیانِ ملک و قوم کے خیر مقدم اور خدمت کی عزت مجھے حاصل ہو چکی ہے۔ لیکن آج جب کہ میں آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کی "پنجاہ سالہ جوبلی" کے مبارک موقع پر بزرگانِ قوم اور برادران ملت کا خیر مقدم کرنے کے لئے حاضر ہوا ہوں تو میرا دل گوناگوں جذبات سے معمور ہے۔ کیونکہ علی گڑھ کا گزشتہ نصف صدی کا مرقع

میری آنکھوں کے سامنے ہے اور میں اس کے دل کش مناظر سے اس قدر مسحور اور متاثر ہوں کہ زبان کو ادائے مطالب سے قاصر پاتا ہوں، آج سے پچاس برس پہلے ایسے موقعوں پر جو صورتیں نظر آتی تھیں وہ کچھ اور تھیں اور آج مجلس کا طور کچھ اور ہے، اس لئے مجھے لب کشائی کی جرأت نہیں ہوتی۔

حضرات! آج کی مجلس دیکھ کر مجھے وہ زمانہ یاد آ رہا ہے جب کہ ۱۸۸۶ء میں اسی سرزمین پر **سرسید** مرحوم نے اس عزم و ارادہ کے ساتھ کانفرنس کی بنیاد رکھی تھی کہ وہ اس کے ذریعہ سے سارے ہندوستان کے مسلمانوں میں علوم جدیدہ کے حاصل کرنے کا ذوق پیدا کر دیں گے، حالانکہ یہ وہ زمانہ تھا جب سرسید کے احباب و مخلصین اور چند زمانہ شناس بزرگوں کے سوا عام مسلمان اُن کی تعلیمی تحریک سے بیزاری ظاہر کرتے تھے، اور انگریزی تعلیم کی ضرورت کا عام احساس اب تک اُن میں پیدا نہیں ہوا تھا۔ اس لئے تعلیم جدید کی اشاعت و ترقی کے لئے اُن سے کسی قسم کی مالی و اخلاقی امداد حاصل کرنا بہت مشکل تھا۔

کانفرنس کا پہلا اجلاس

غرض جب کانفرنس کا پہلا اجلاس اسٹریچی ہال کی نامکمل عمارت میں ایک شامیانے کے نیچے منعقد ہوا تو اُس میں گنتی کے چند آدمی شریک تھے، چنانچہ سرسید کے دست راست مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب سی ایم جی نے پہلے اجلاس کا افتتاح کرتے ہوئے فرمایا :-

"آج کا جلسہ کچھ بڑا جلسہ نہیں ہے، مگر مجھکو قوی اُمید ہے کہ آئندہ اس پر لوگوں کو بہت توجہ ہوگی اور ہر سال اس جلسہ کو ترقی ہوتی جائے گی۔"

یہ الفاظ آج سے پچاس برس پہلے اس ہال میں کہے گئے تھے لیکن مجھکو ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل کی بات ہے، پچاس برس گویا چشم زدن میں گزر گئے اور وہ بچہ جو ہمارے سامنے عالم وجود میں آیا اور جس نے ہماری گود میں پرورش پائی آج پچاس برس کی

عمر کو پہنچ چکا ہے اور ہم اُس کی طلائی جوبلی منانے کے لئے یہاں جمع ہوئے ہیں، خصوصاً میرے لئے یہ امر کس قدر باعث مسرت ہے کہ میں اس بچہ کی پنجاہ سالہ جوبلی کی تقریب میں شریک ہونے پر آپ کا خیر مقدم کر رہا ہوں۔

حضرات! مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب نے جو اُمید اس ہونہار بچے کی ترقی اور نشو ونما کے متعلق ظاہر فرمائی تھی وہ خدائے تعالیٰ کے فضل و کرم اور قوم کی مالی و اخلاقی امداد کی بدولت پوری ہو چکی ہے اور آج سارے ہندوستان میں کانفرنس کے نام اور کام کی کافی شہرت ہے۔

آج سے پچاس برس پہلے جب آپ کی کانفرنس جس کا نام اُس وقت محمڈن ایجوکیشنل کانگرس تھا وجود میں آئی اور اس کا پہلا اجلاس علی گڑھ میں منعقد ہوا تو اُس کے ایک تعلیم یافتہ ممبر نے یہ تجویز اجلاس میں پیش کی :-

"اس جلسہ کی یہ رائے ہے کہ محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کا ہیڈ کوارٹر علی گڑھ میں قرار دیا جائے اور اس کے مقاصد کی تائید کے لئے ہر ایک شہر اور قصبہ میں کمیٹیاں قائم ہوں"

محرک نے حسب دستور اس تجویز کی تائید میں ایک طویل و مدلل تقریر کی اور اس سلسلۂ تقریر میں اس علی گڑھ کے متعلق جہاں آپ تشریف لائے ہیں یہ کہا :-

"میری رائے میں ہیڈ کوارٹر کے لئے وہی جگہ مناسب ہے کہ جہاں ایسے لوگ موجود ہوں کہ جن کی رائے کو ہر شخص وقعت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، جنھوں نے تعلیم کے دقیق مسئلوں پر مدتوں غور کیا ہے اور جن کی رایوں اور جن کے کاموں اور جن کی ذاتوں پر ملک کو عام طور پر بھروسا ہے،

ہیڈ کوارٹر کے لئے دوسری شرط یہ بھی ہے کہ ملک کے مرکز پر واقع ہو اور کسی شخص کو وہاں آنے میں کچھ ایسی زیادہ دقت نہ پڑے، میری رائے میں ان لحاظات سے محمڈن ایجوکیشنل کانگرس کا ہیڈ کوارٹر بنانے کے لئے علی گڑھ سے زیادہ مناسب

جگہ کوئی نہیں ہوسکتی، اگر آپ ذرا نگاہِ تامل سے دیکھیں گے تو معلوم ہوگا کہ دراصل
علی گڑھ ہی تمام قومی ترقیوں کا سرچشمہ ہے، قومی ترقیوں کا مواج دریا اسی سرزمین سے
نکلا ہے، یہ فخر علی گڑھ ہی کو حاصل ہے کہ قومی ترقی کی صدا جو تمام ہندوستان میں گونجی
اور جس نے ہر فرد بشر کو خواب غفلت سے بیدار کردیا، یہیں سے پہلے پہل بلند ہوئی۔
یہ فخر علی گڑھ ہی کو حاصل ہے کہ قومی ترقی کا پودا اسی سرزمین پر سرسبز ہوا، یہ
فخر علی گڑھ ہی کو حاصل ہے کہ یہاں ایسے لوگ موجود ہیں کہ جو قومی اغراض کو ذاتی
اغراض پر ترجیح دیتے ہیں اور جنھوں نے اپنی عمروں کے گراں بہا حصے انہیں
باتوں پر غور کرنے اور انھیں مسئلوں کے حل کرنے میں صرف کئے ہیں اور جن کی
ذات پر تمام ہندوستان بھروسا کرتا ہے۔

اگر اب اور لحاظات سے غور کیا جاتا ہے تو یہی علی گڑھ اس بات کے لئے مناسب
معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے ہر حصے کے باشندوں نے اپنی اولاد کو یہاں
تحصیل علوم کی غرض سے بھیجنے اور دوسری باتوں سے اس امر کا عملی ثبوت دیا ہے
کہ علی گڑھ گو فاصلہ میں دور ہو گر ہر شخص کے دل سے نزدیک ہے۔"

علی گڑھ کی مرکزی حیثیت

حضرات! آپ نے سنا، یہ خیالات ہیں جو آج سے نصف صدی پہلے کانفرنس کے اوّلین اجلاس کے موقع پر علی گڑھ کے متعلق ظاہر کئے گئے تھے، اس زمانہ میں علی گڑھ سرسید کی تعلیمی اور اصلاحی تحریک کی سرگرمیوں کا مرکز بن چکا تھا اور ایم اے او کالج کے قیام کو دس برس ہو چکے تھے۔
اسی مختصر مدت میں علی گڑھ نے اسلامی ہند کے "دماغ" کی حیثیت حاصل کرلی تھی، حکومت بھی اس کی اہمیت سے باخبر تھی اور یہ سب کچھ سرسید اور اُن کے رفقائے کار کی زبردست شخصیت کا اثر تھا جن کی مسلسل وپیہم جدوجہد نے صاحب فکر اور دردمند مسلمانوں کو اس تحریک پر متوجہ کردیا تھا، لیکن ابھی سرسید اور اُن کے دوستوں کے سامنے

کام کا ایک وسیع میدان موجود تھا اور ایک بڑی مہم سر کرنا تھی، یعنی عام مسلمانوں کو اپنا ہم خیال بنانا تھا، جو مذہبی وجوہ سے جدید تعلیم پر متوجہ نہیں تھے، کوئی شبہ نہیں کہ سرسید نے اور سرسید کی وفات کے بعد اُن کے رفقائے کار نے یہ مہم کانفرنس کے ذریعہ سے سر کی اور علی گڑھ تحریک کا اصلی دور ترقی، کانفرنس کے وجود میں آنے کے بعد شروع ہوا اور علی گڑھ کی وہ مرکزیت جس کی طرف کانفرنس کے اولین اجلاس منعقدہ ۱۸۸۶ء میں اشارہ کیا گیا تھا، کانفرنس کے عروج کے بعد مستحکم ہوئی، یہ کانفرنس ہی تھی جس نے ہندوستان کے مختلف صوبوں میں اپنے سفیر بھیج کر اور اپنے سالانہ اجلاس منعقد کر کے علی گڑھ کا نام تمام ملک میں روشن کر دیا اور سارے ہندوستان کی نظریں علی گڑھ کی طرف اُٹھنے لگیں۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ سرسید مرحوم نے انسٹی ٹیوٹ گزٹ اور تہذیب الاخلاق کے ذریعہ سے بھی اپنے سیاسی و مذہبی خیالات کی ملک میں اشاعت کی، لیکن یہ حلقۂ اشاعت ہمیشہ محدود رہا، کیونکہ اُن کے اخبار اور رسالے کے پڑھنے والے بہت تھوڑے تھے جو زیادہ تر اُن کے احباب اور کچھ تعلیم یافتہ مسلمان تھے، اُس زمانہ کی حالت آج کل کی طرح نہ تھی کہ شہر کے گلی کوچوں اور بازاروں میں تازہ روزانہ اخبارات ایک ایک آنہ میں فروخت ہوتے ہیں اور ان اخبارات کے ذریعہ سے ہر تحریک تمام ملک میں نہایت سرعت کے ساتھ پھیل جاتی ہے۔

کانفرنس کے دائرۂ عمل کی وسعت

غرض سرسید کے اخبار اور رسائل کے مقابلہ میں اُن کی کانفرنس کا حلقۂ اشاعت خاصا وسیع تھا، جس شہر میں کانفرنس کا اجلاس ہوتا تھا وہاں ایک چہل پہل ہو جاتی تھی اور بہت سے لوگ وزیٹر اور ممبر کی حیثیت سے اجلاس میں شریک ہو کر سرسید اور اُن کے رفقاء کی تقریریں سنتے تھے اور انھیں سرسید کی تعلیمی تحریک اور ایم اے او کالج کی

خدمات سے واقف ہونے کا موقع ملتا تھا، جس سے اُن کا رجحان علی گڑھ کی طرف بڑھتا تھا، بلکہ کانفرنس کے ذریعہ سے ہر سال کچھ نئے کام کرنے والے قوم میں پیدا ہو جاتے تھے جو اپنے اپنے مقام پر تعلیمی تحریکوں میں سرگرمی سے حصہ لیتے تھے، خود سرسید کی ہمہ گیر شخصیت اور اُن کی حوصلہ افزائی بھی لوگوں میں ولولہ پیدا کرتی تھی مجھے یاد ہے کہ جب کانفرنس وجود میں آئی تو یہ میرے عنفوان شباب کا زمانہ تھا، دل میں حوصلہ اور کام کرنے کی اُمنگ تھی، جس کا موقع کانفرنس ہی کے اجلاس کے زمانہ میں ملا، یعنی جب ۱۸۸۹ء میں کانفرنس کا اجلاس دوسری مرتبہ علی گڑھ میں منعقد ہوا تو سرسید نے مہمانوں کی خدمت میرے متعلق کی جو خوش دلی و مستعدی سے انجام دی گئی۔ جس پر سرسید نے ازراہ شفقت بزرگانہ رپورٹ میں کلمات تحسین وستائش سے حوصلہ افزائی کر کے مزید ذوقِ خدمت میرے دل میں پیدا کیا۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر چکا ہوں کانفرنس کا سب سے پہلا اجلاس جو علی گڑھ میں منعقد ہوا اُس کے متعلق مولوی محمد سمیع اللہ خاں صاحب نے یہ فرمایا تھا:-

"آج کا جلسہ کوئی بڑا جلسہ نہیں ہے"

لیکن جب ۱۸۸۹ء میں دوسری مرتبہ کانفرنس کا اجلاس علی گڑھ میں ہوا تو اس مختصر مدت میں کانفرنس کی ہر دلعزیزی اس قدر بڑھ گئی تھی کہ اس اجلاس کے ممبروں کی تعداد ۴۴۴ تھی، جس میں مختلف صوبوں کے ممبر تھے، کیا اس سے یہ اندازہ نہیں ہو سکتا کہ کانفرنس کی طرف ملک کا رجحان کس قدر بڑھ گیا تھا، چونکہ گزشتہ نصف صدی سے ایم اے او کالج اور ایجوکیشنل کانفرنس سے میرا مستقل تعلق قائم رہا ہے اور میں نے ان اداروں کے انتظام میں عملی حصہ لیا ہے اور مختلف طریقوں سے ان کی خدمت انجام دیتا رہا ہوں اس لئے ایک عینی شاہد اور شریک کار کی حیثیت میں یہ کہہ سکتا ہوں کہ پچھلے پچاس برس میں کانفرنس نے

مسلمانوں میں تعلیم کی اشاعت و ترقی کے لئے مختلف صورتوں میں جو خدمت انجام دی ہے، وہ ہر لحاظ سے قابلِ تحسین و ستائش ہے۔

قوم کو کانفرنس کی ضرورت

اس موقع پر ایک اور بات عرض کردوں، کبھی کبھی یہ کہا جاتا ہے کہ جب کانفرنس جدید تعلیم کی ملک میں کافی اشاعت کر چکی اور لوگوں کے دل میں موجودہ تعلیم کی طرف سے جو تعصّبات تھے وہ تقریباً زائل ہو گئے تو اب کانفرنس کو تعلیمی کام کرنے کی کیا ضرورت ہے، اُسے کسی دوسری خدمت میں مصروف ہونا چاہیئے۔

حضرات! یہ خیال اُن لوگوں کا ہے جنھوں نے صورتِ حال کا پوری توجہ سے مطالعہ نہیں کیا ہے، سب سے پہلا سوال تو یہ ہے کہ مسلمانوں کو اس ملک اور موجودہ ماحول میں رہ کر تعلیم کی ضرورت ہے یا نہیں (خواہ طریقۂ تعلیم اور طرزِ تعلیم جو کچھ بھی ہو) اگر تعلیم حاصل کرنے کی ضرورت نہیں تو پھر بے شبہ کانفرنس کی بھی ضرورت نہیں، لیکن اگر ایسا نہیں ہے اور مسلمانوں کے لئے تعلیم حاصل کرنا ضروری ہے تو پھر کانفرنس کی ضرورت سے کیسے انکار ہو سکتا ہے؟ اگر پہلے کانفرنس کی اس لئے ضرورت تھی کہ مسلمانوں کو تعلیم حاصل کرنے کی ترغیب دے اور جدید تعلیم کے برخلاف اُن کے تعصبات کو دُور کرے، تو آج اس لئے ضرورت ہے کہ تعلیم حاصل کرنے میں مسلمانوں کو جو مشکلات درپیش ہیں اور جو دشواریاں سنگِ گراں کی طرح راہ میں حائل ہیں اُنھیں دور کرے، جو لوگ تعلیمی کام کر رہے ہیں وہ اُن مشکلات سے بخوبی واقف ہیں جو اس وقت مسلمانوں کی تعلیم میں مانع ہیں، ایک تعلیم پہ منحصر نہیں، بلکہ زندگی کے ہر شعبے میں آج کل مقابلہ و کشمکش جاری ہے اور

اور اب کسی قوم کے لئے آسانی سے آگے بڑھنا ممکن نہیں ہے، ان حالات کے لحاظ سے مسلمانوں کو بھی ہر قومی مقصد کی تکمیل کے لئے منتظم و مضبوط جماعتوں کی ضرورت ہے جو موجودہ زمانہ کے اصول کار کے مطابق اپنی قومی ترقی کے لئے مسلسل جد و جہد کرتی رہیں، گویا جس طرح مسلمانوں کو ایک **ایجوکیشنل کانفرنس** کی ضرورت ہے اسی طرح ایک پولیٹیکل کانفرنس یا مسلم لیگ کی بھی ضرورت ہے جو سیاسی کام کرے خواہ اُس کا نام کچھ بھی ہو، اسی طرح موجودہ حالات کے لحاظ سے ایک ایسی جماعت کی بھی ضرورت ہے جو قوم کی اقتصادی و مالی اصلاح کے لئے مختلف تدابیر عمل میں لائے اور تعلیم یافتہ نوجوانوں میں تجارتی و کاروباری زندگی کا ذوق پیدا کرے۔

میرا مقصد یہ ہے کہ موجودہ دَور میں ہر قوم کو جو ترقی کرنا چاہتی ہے منتظم و باضابطہ اداروں کی ضرورت ہے جو قوم میں زندگی اور بیداری پیدا کریں اور اور اُس کے حقوق حاصل کرنے کے لئے پیہم جد و جہد کرتے رہیں، آپ موجودہ زمانہ میں رہ کر ان اداروں سے بے نیاز نہیں ہو سکتے، اگر آپ کو واقعی طور پر عزت و اطمینان کے ساتھ زندہ رہنے کی خواہش ہے تو وہ سب کچھ کرنا پڑے گا جو دوسرے کرتے ہیں، بلکہ اپنی حالت زبوں کے اعتبار سے دوسروں سے بہت زیادہ کرنا پڑے گا، اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو دوسری قوموں کے دوش بدوش نہیں چل سکیں گے۔

گزشتہ **نصف صدی** میں اگر آپ نے تعلیم میں کسی قدر ترقی کی ہے تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ اب کسی جد و جہد کی ضرورت نہیں، ابھی آپ کے سامنے کام کے لئے ایک وسیع میدان موجود ہے اور صرف تعلیم ہی کے سلسلے میں بہت کچھ

کرنا باقی ہے، جو کام آپ کے سامنے ہے وہ آپ انفرادی طور پر انجام نہیں دے سکتے، اس لئے اجتماعی جدوجہد کی ضرورت ہمیشہ باقی رہے گی۔

کانفرنس کی گوناگوں خدمات

حضرات! میں نے کانفرنس کے سالانہ اجلاس منعقدہ میرٹھ کے خطبۂ صدارت میں یہ عرض کیا تھا کہ کانفرنس میرے سامنے پیدا ہوئی، پلی، پرورش ہوئی، پروان چڑھی اور آج وہ اس حالت میں ہے جیسی کہ آپ دیکھ رہے ہیں۔

اس واقفیت اور قریب ترین تعلق کی بنا، پر میں نے یہ بتایا تھا کہ کانفرنس نے ہندوستان کے علاوہ برہما تک تعلیم کی تبلیغ و اشاعت کی ہے، اس کی تحریک سے جا بجا اسلامی تعلیم گاہیں اور بورڈنگ ہاؤس قائم ہوئے ہیں، اُس نے مسلم یونیورسٹی کے قائم کرنے میں نہایت زبردست، نمایاں اور غیر معمولی حصّہ لیا ہے، یونیورسٹی کی باقاعدہ تحریک سب سے پہلے اُسی کے پلیٹ فارم پر کی گئی اور جب اس تحریک نے کچھ ترقی کی تو کانفرنس نے اپنے دفتر کے سارے عملے اور سفراء کی خدمات یونیورسٹی کے لئے وقف کر دیں۔

اس کے علاوہ مختلف مضامین کے ہزاروں پمفلٹ اس تحریک کی تائید و حمایت میں چھاپ کر تمام ہندوستان میں پھیلا دیئے، کانفرنس نے ایک لاکھ سے زیادہ روپیہ وظائف میں خرچ کیا۔ چنانچہ آج ملک میں سیکڑوں شخص ایسے موجود ہیں جنھوں نے کانفرنس کی مالی اعانت سے تعلیم حاصل کی اور اب برسرِ کار ہیں اور فکر معاش سے فارغ البال۔

حضرات! جیسا کہ آپ میں سے اکثر اصحاب واقف ہیں کانفرنس آج بھی

اپنے فرائض سے غافل نہیں، اب بھی طلبہ کو تعلیم کی تکمیل کے لئے ہزاروں روپیہ سالانہ کے وظائف دیئے جاتے ہیں اور حسب ضرورت وگنجائش کم استطاعت طلبہ کی کتابوں سے بھی مدد کی جاتی ہے، ایک خاص بات یہ ہے کہ یہ وظائف بلا قید صوبہ ہر ضرورت مند طالب علم کو خواہ وہ کسی اسلامی فرقے سے تعلق رکھتا ہو دیئے جاتے ہیں، وظائف کے علاوہ کانفرنس مختلف مکاتب و مدارس کی مالی امداد بھی کرتی ہے، کیونکہ مکاتب و مدارس ہی اشاعت تعلیم کا ذریعہ ہیں، وظائف کے تذکرہ کے سلسلہ میں یہ ظاہر کردینا مناسب ہوگا کہ کانفرنس اب عام تعلیم کے لئے وظائف نہیں دیتی بلکہ صرف تعلیمی ٹریننگ اور پیشوں کی تعلیم کے لئے دیتی ہے، میرے نزدیک وظائف کی یہ تخصیص بہت مناسب ہے، عام تعلیم کے جو نتائج ہیں وہ اب ہمارے سامنے ہیں، ایسی حالت میں یہ ضروری ہے کہ طلبہ کو وظائف کی ترغیب دے کر کسی ہنر اور پیشہ کی تعلیم کے لئے آمادہ کیا جائے تاکہ انھیں حصولِ معاش میں سہولت ہو۔

طلبہ کو وظائف دینے اور مکاتب کی امداد کرنے کے علاوہ کانفرنس علمی و ادبی خدمت بھی کرتی ہے، چنانچہ اُس نے گزشتہ چند سال میں بہت سی نہایت مفید علمی، تاریخی اور تعلیمی کتابیں شائع کرکے ہماری زبان کے علمی و ادبی ذخیرہ میں مفید اضافہ کیا ہے۔ اسی سلسلہ میں کانفرنس کا آرگن ہفتہ وار کانفرنس گزٹ بھی لائق ذکر ہے جس کو میں روز اوّل سے برابر مطالعہ کرتا ہوں، یہ تعلیمی و اصلاحی اخبار اپنے نہایت مفید و سنجیدہ مضامین اور اصابت رائے کی بنا پر مختلف مشاہیر ملک اور ارباب قلم کی تحسین و ستائش حاصل کرچکا ہے۔ مجھے اُمید ہے کہ مسلمان کانفرنس گزٹ کی سرپرستی فرماکر کارکنانِ کانفرنس کی حوصلہ افزائی فرمائیں گے اور اپنی علم دوستی کا ثبوت دیں گے۔

تعلیمی نصب العین پر نظرِ ثانی کی ضرورت

حضرات! جب ۱۸۸۶ء میں سرسید نے کانفرنس کی بنیاد رکھی تھی اُس وقت مسلمان عام تعلیم میں بہت پیچھے تھے اس لئے اُنھیں متوجہ کرنے کی ضرورت تھی لیکن اب حالات بدل گئے ہیں موجودہ صورت یہ ہی کہ تعلیم یافتہ تو موجود ہیں لیکن سلسلۂ کاروبار ناپید، ہمارا فرض ہی کہ اس مشکل کو حل کریں، آج سے پچاس برس پہلے جب اس سرزمین پر کانفرنس کا سب سے پہلا اجلاس ہوا تھا تو سرسید نے صاف و صریح الفاظ میں فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو اس وقت صرف "ہائی ایجوکیشن" کی ضرورت ہے، مسلمانوں نے سرسید کا یہ نصب العین پسند کیا اور حسب استطاعت و وسائل اس پر عمل کرنے کی کوشش کرتے رہے اب پچاس برس بعد آج آپ پھر یہاں جمع ہوئے ہیں، سوال یہ ہے کہ اس اجتماع سے کیا مقصد ہی؟ میں ابھی عرض کر چکا ہوں کہ سرسید نے مسلمانوں کی تعلیم کا ایک مقصد قرار دیا تھا جس پر مسلمان اب تک عمل کرتے رہے اور کانفرنس بھی اُسی مقصد کے ماتحت تعلیمی خدمت انجام دیتی رہی، لیکن اب حالات بالکل بدل گئے ہیں اس لئے میرے نزدیک اس موقع پر ہمارے اجتماع کا یہ مقصد ہونا چاہئے کہ ماضی پر تبصرہ کریں، اور مستقبل کے لئے ایک شاہراہ عمل معین کریں، یعنی یہ دیکھیں کہ اب تک جس مقصد و نصب العین کے ماتحت ہم کام کرتے رہے اُس میں کیا خامیاں تھیں اور بحالت موجودہ اُس میں کس قسم کی اصلاح و تبدیلی کی ضرورت ہی، اس کے بعد اس مسئلہ پر غور کریں کہ بلحاظ مقتضائے وقت آئندہ ہمیں کیا طریقہ اختیار کرنا چاہئے۔

مختلف صوبوں کے ماہرین تعلیم اور قوم کے ارباب حل و عقد اور صاحبِ تدبیر بزرگ بار بار جمع نہیں ہوتے، اس وقت حسنِ اتفاق سے یہ موقع ہمیں حاصل ہو گیا ہی لہذا جس سرزمین سے سرسید نے آج سے ساٹھ برس پہلے اپنا تعلیمی پیام مسلمانوں کو پہنچایا تھا آج اسی سرزمین پر ہمیں اپنی قوم کے تعلیمی مستقبل کا سنگِ بنیاد رکھنا چاہئے۔

دوستو! اور عزیزو! یہ علی گڑھ ہمارے تعلیمی رہنما کی تعلیمی و سیاسی جد و جہد کا مرکز، اور اُن کا مدفن ہے، اور سید مرحوم یہاں سے چند قدم کے فاصلہ پر اپنے مرقد میں آرام فرما رہے ہیں۔ آج آپ کے اجلاس جوبلی نے میرے سامنے عہد ماضی کا مرقع پیش کر دیا ہے، میں اس مرقع میں سرسید کو دیکھ رہا ہوں، اور ایسا محسوس کرتا ہوں کہ انھیں یہ انتظار ہے کہ اُن کی قوم اپنے مستقبل کے لئے کیا فیصلہ کرتی ہے۔

سرسیّد کا اعلیٰ نصب العین

دوستو! سرسید ایک بلند حوصلہ اور اولوالعزم انسان تھے، اور وہ اپنی قوم کو عزت کی سب سے اونچی چوٹی پر دیکھنا چاہتے تھے، جب سفر پنجاب کے موقع پر نوجوانوں نے اُن کے سامنے ایڈرس پیش کیا تو آپ جانتے ہیں کہ سرسید نے اس کا کیا جواب دیا، انھوں نے فرمایا:۔

"اے میرے عزیزو! میری یہ آرزو ہے کہ میں اپنی قوم کے بچّوں کو آسمان کے تاروں سے اونچا اور سورج کی طرح چمکتا دیکھوں، اُن کی روشنی اس نیلے نیلے گنبد کے اندر ایسی پھیلے کہ سورج اور چاند اور ستارے سب اُن کے آگے ماند ہو جائیں خدا سے امید ہے کہ ایسا ہی ہوگا، او خدا ایسا ہی کر! او خدا ایسا ہی کر! آمین"

یہ انداز خاص اور مختصر الفاظ، سرسید کے اُس سوز و گداز کو ظاہر کرتے ہیں جس سے وہ جل رہے تھے، اور جس نے ان کے سینہ کو آتش کدہ بنا دیا تھا۔

اے حضرات! آپ نے سُن لیا کہ سرسید کیا چاہتے تھے، اور وہ اپنی قوم کے مستقبل کے متعلق کس قدر خوش گوار امیدیں رکھتے تھے، اب یہ آپ کا کام ہے کہ سرسید کی توقعات پوری کریں، اور اپنی قوم کی ترقی کے لئے ایک ایسا پروگرام بنائیں جو تمام قومی ضرورتوں پر حاوی ہو اور قوم میں ایک تازہ جوش اور حرکت پیدا کر دے، میں نے آج سے تین برس پہلے مارچ ۱۹۳۴ء میں میرٹھ کے خطبۂ صدارت میں یہ عرض کیا تھا کہ

"گزشتہ پچاس برس سے تغیر و انقلاب کا زبردست سلسلہ دنیا میں جاری ہے جس نے

انسانی خیالات و افکار، عادات و طرزِ معاشرت، تہذیب و اعمال پر زبردست اثر ڈالا
ہے اس لئے ضرورت ہے کہ ہم حالات حاضرہ کی روشنی میں اپنے تعلیمی پروگرام پر غور کرکے
ازسرِ نو ایک شاہراہ عمل متعین کریں۔

حضرات! آج بھی میری یہی رائے ہے کہ اگر زمانہ ہمارا ساتھ نہیں دیتا تو ہمیں زمانہ
کا ساتھ دینا چاہیے "در مع الدہر کیف ما دار" اب انتظار کا وقت نہیں ہے زمانہ تیزی
سے آگے بڑھ رہا ہے، ہمیں اس کے دوش بدوش چلنا چاہئے۔ یہ خطاب میں ایک
ایسے مجمع سے کر رہا ہوں جس میں ہندوستان کے بہترین افراد اور قوم کے برگزیدہ
و منتخب اصحاب موجود ہیں جو بجا طور پر اس کی اہلیت رکھتے ہیں کہ اپنی قوم کے لئے
ایک "نصب العین" متعین کریں، اور قوم کا یہ فرض ہے کہ اس نصب العین کے حصول
کرنے کے لئے بیک وقت سارے ہندوستان میں جد و جہد شروع کر دے اگر یہ کام
آج نہ ہوا تو زمانۂ دراز تک نہ ہو سکے گا۔

جس طرح ایک شخص کی زندگی میں کامیابی کے صرف چند لمحے ایسے آتے ہیں
جو بجلی کی طرح اس کے سامنے سے گزر جاتے ہیں، اگر وہ چاہے تو ان لمحوں
سے کام لیکر اپنی زندگی کا رخ بدل سکتا ہے، اسی طرح قوموں کی زندگی میں بھی کچھ
گھڑیاں اور کچھ موقعے ایسے پیش آتے ہیں جن میں ان کی زندگی کا [illegible] ہوتا ہے جو
قوم وقت اور موقع کو پہچانتی ہے وہ ان مبارک گھڑیوں سے فائدہ اٹھا کر [illegible]
کاش ہماری قوم بھی ان قیمتی لمحوں کو پہچان لے، اور اس نازک زمانہ میں جبکہ دنیا کی
تمام قوموں میں ایک ہلچل برپا ہے اپنی جگہ حاصل کرنے کے لئے تیزی کے ساتھ
آگے بڑھے، کہا جاتا ہے کہ مسلمان اب غفلت سے بیدار ہوگئے ہیں اور [illegible]
تیار ہیں، بے شبہ یہ ایک حد تک صحیح ہے کہ وہ بیدار ہوگئے ہیں لیکن ابھی ان کی [illegible]
کسی مستعدی و چستی کا پتہ نہیں دیتیں، اس لئے اگر ہم ان سے [illegible]

کہ ہنوز چشم مستت اثر خمار دارد

علی گڑھ کا موجودہ دور

حضرات! آپ ایک ایسے دور میں علی گڑھ تشریف لائے جب یہاں کی نامور ہستیاں دنیا سے رخصت ہوگئیں اب نہ سرسید کی باوقار ہستی ہے جو دردانگیز الفاظ میں قوم کا مرثیہ آپ کو سناتی تھی، نہ نواب محسن الملک جیسا جادو بیان خطیب ہے جو اپنی سحر بیانی سے دلوں کو تسخیر کرتا تھا، نہ نواب وقار الملک سا باوقار اور زبردست اصول کا انسان موجود ہے جو اپنے استقلال اور اپنی شخصیت سے دلوں کو مرعوب کر دیتا تھا، اب نہ حالی کی شیوا بیانی ہے نہ شبلی کی نواسنجی، نہ سرسید کے دوسرے رفقا کار ہیں جو پروانہ کی طرح اس شمع انجمن کے چاروں طرف پھرتے تھے، یوں تو ہمارا ملک آج بھی لیڈروں اور رہبروں سے خالی نہیں، لیکن اخلاص و آزادی سے کام کرنے والے اور قوم کو صحیح راہ عمل بتانے والے تھوڑے ہیں کیونکہ ع

ہر ہوسناکے نداند جام و سنداں باختن

لیکن یہ داستان بڑی طویل ہے کہاں تک عرض کی جائے بات میں بات نکلی آتی ہے ع

شب آخر گشتہ وا فسانہ از افسانہ می خیزد

لیکن اے حضرات چند روز بعد آپ کو اس "داستان عہد گل" کا سنانے والا بھی کوئی نہ ملے گا، آج تو "فرل آشفتہ سر" موجود ہے، لیکن اس کی بھی یہ حالت ہے کہ ع

ایک شمع رہ گئی تھی سو وہ بھی خموش ہے

بہر حال پرانی بساط الٹ گئی، اب نئی بساط ہوگی، نئے کام کرنے والے اور نئے تماشائی، دنیا کا کارخانہ اسی طرح چلتا ہے اور چلتا رہے گا ؎

گماں مبر کہ تو مردی جہاں شود خالی
ہزار شمع بکشتند و انجمن باقیست

غرض فانی انسان اس دنیا میں آکر اور اپنے نیک و بد اعمال انجام دے کر چلا جاتا ہے،

نگران اعمال کے نتائج و آثار دنیا میں باقی رہتے ہیں، اسی طرح علی گڑھ کے نامور کارکن یعنی سرسید مولوی محمد سمیع اللہ خاں، محسن الملک، وقارالملک، نواب محمد اسحٰق خاں، سید محمد علی مہاراجہ محمود آباد، اور صاحبزادہ آفتاب احمد خاں رحمۃ اللہ علیہم اجمعین اپنے اپنے وقت پر خدمت کر کے دنیا سے رخصت ہو گئے، مگر ان کے حسنِ عمل اور جدوجہد کے نتائج آپ کے سامنے ہیں اور علی گڑھ کا یہ سارا شاندار کارخانہ ان ہی نامور ہستیوں کی محنت و کوشش کا نتیجہ ہے۔

مجھے امید ہے کہ قومی ترقی کے لئے جدوجہد کا یہ سلسلہ آئندہ بھی جاری رہے گا، پنجاہ سالہ جوبلی ہمارے نوجوانوں میں ایک تازہ روح پھونک دے گی، اور نئے کارکن میدانِ عمل میں آئیں گے جو نہ صرف علی گڑھ کے موجودہ کاروبار کو قائم رکھیں گی بلکہ اس کو مزید وسعت دیں گے اس سلسلہ میں مجھے دو لفظ اور عرض کرنے کی اجازت دیجئے کہ کانفرنس کے نامور اور قوم کی ایک مقتدر ہستی صاحبزادہ آفتاب احمد خاں مرحوم نے جو خدمات کانفرنس کی کی ہیں قوم ان کی کما حقہٗ شکر گزاری کسی طرح ادا نہیں کر سکتی۔ کانفرنس کی تاریخ میں ان کا عہد سکرٹری شپ سنہری حرفوں سے لکھا جائے گا۔ خدا تعالےٰ جل شانہ ان کو اعلیٰ علیین میں مقام عطا فرمائے۔

کانفرنس کے موجودہ سکرٹری مولوی حاجی محمد حبیب الرحمٰن خاں صاحب الملقب بہ نواب صدر یار جنگ اور ان کے تمام رفقائے کار سابق و حال بالخصوص مولانا طفیل احمد صاحب اور خاں صاحب میر ولایت حسین صاحب نے کانفرنس کی جو خدمات کی ہیں اور کر رہے ہیں میں اس کو اخلاقی گناہ سمجھوں گا اگر میں اس کا تذکرہ اس موقع پر نہ کروں اور آپ صاحبان سے ان کے حسنِ عمل کی داد نہ چاہوں۔ بمقتضائے "من لم یشکر الناس لم یشکر اللہ"

اعتذار و دعا حضرات، اب آپ اجلاس جوبلی کے معزز صدر اور اپنے محترم بھائی

کا خطبۂ صدارت سننے کے لئے مضطرب ہوں گے جو اپنے لطف و مہربانی سے دور و دراز سفر کی زحمت گوارا فرما کر یہاں تشریف لائے ہیں اس لئے میں آپ کا زیادہ وقت نہ لوں گا البتہ اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ اگر ہماری کوتاہی یا غفلت سے آپ کو یہاں کے قیام میں کوئی تکلیف یا زحمت پیش آئے تو اپنی عالی حوصلگی سے درگزر فرمائیں کیونکہ علی گڑھ آپ سب بھائیوں کا گھر ہے اور آپ سب یہاں خدمت کے جذبہ کے ساتھ تشریف لائے ہیں اگر اپنے گھر میں کوئی تکلیف پہنچے تو کسی سے اس کا شکوہ نہیں کیا جاتا۔

اب میں آپ سے رخصت ہوتا ہوں اور دعا کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل آپ کے پنجاہ سالہ جشن جوبلی کو بہمہ وجوہ کامیاب کرے اور ہم سب ناچیز بندوں کو خواہ وہ مہمان ہوں یا میزبان ملک و ملت کی بیش از بیش توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

۱۷ [illegible]

(مطبوعہ شروانی پرنٹنگ پریس علی گڑھ)

کانفرنس گزٹ علی گڑھ

یعنی

آل انڈیا مسلم ایجوکیشنل کانفرنس کا تعلیمی و اصلاحی اخبار

جو زیر نگرانی

جناب نواب صدر یار جنگ بہادر آنریری سکریٹری کانفرنس

مہینہ میں چار بار شائع ہوتا ہے اور اس میں علی گڑھ کی تعلیمی تحریک، مسائل تعلیم و تربیت موجودہ نظام تعلیم اور اصلاح تمدن و معاشرت پر بحث کی جاتی ہے۔ ہندوستان کے اسلامی پریس نے نہایت عمدہ و حوصلہ افزا الفاظ میں اس پر ریویو کیا ہے اور اس کے اخلاقی و اصلاحی بلند پایہ مضامین کی خاص طور پر مدح و ستائش کی ہے۔ طلبہ، اساتذہ، والدین اور عام ناظرین غرض سب کے لئے اس کا مطالعہ مفید اور ضروری ہے۔ اخبار بہت عمدگی و نفاست سے اچھے کاغذ پر چھپتا ہے اور مستند تعلیم یافتہ و لائق اصحاب اس میں بلند پایہ مضامین لکھتے ہیں اور جدید تالیفات پر خاص اہتمام سے ریویو کر کے ارباب تالیف کی حوصلہ افزائی کی جاتی ہے۔ نمونہ ایک کارڈ لکھنے پر مفت ملتا ہے۔ قیمت سالانہ [illegible]

اڈیٹر: محمد اکرام اللہ خاں ندوی

ملنے کا پتہ: صدر دفتر کانفرنس سلطان جہاں منزل علی گڑھ